”خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و یزید“

پر ایک تحقیقی نظر

مصنف۔ شارح بخاری علامہ شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ

ماخذ۔ مقالات شارح بخاری جلد 2

خلافت معاویہ ویزید پر ایک تحقیقی نظر

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علی کی خلافت صحیح ہے یا نہیں؟ انہوں نے حضرت عثمان کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

۲۔ یزید فاسق وفاجر تھا یا زاہد ومتدین؟ اس کی خلافت درست تھی یا نہیں؟

۳۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے یا خطا پر؟ وہ شہید فی سبیل اللہ ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ "فتنوں کے متعلق کچھ بتاؤ" انہوں نے معمولی قسم کے چند فتنوں کا ذکر فرمایا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پوچھا "یہ نہیں، ان فتنوں کو بتاؤ جو سمندر کی موجوں کی طرح امنڈیں گے"

حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

دونک باب مغلق

آپ میں اور ان میں دروازہ بند ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا:

یُفْتَحُ اَمْ یُکْسَرُ .

دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: توڑا جائے گا اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا لا یغلق الیٰ یوم القیامۃ .

اب قیامت تک فتنوں کا سد باب نہ ہوگا۔

چنانچہ تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھو! حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کی شہادت کے بعد ابن سبا کی سازشوں سے جب فتنے اٹھنے شروع ہوئے تو تقریباً چودہ صدیاں گزرنے پر آئیں مگر فتنے بند نہ ہوسکے۔ وہ ابن سبا ہی کی ذریت تھی جنہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ حضرت علی، حضرت طلحہ وزبیر اور امیر معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آپس میں لڑا دیا۔ وہ بھی ابن سبا ہی کی ذریت تھی جو نہروان میں حضرت علی کے خلاف خروج کر کے شیر خدا کی ذوالفقار کی شکار ہوئی۔ وہ بھی ابن سبا ہی کی ذریت تھی جنہوں نے ریحانۂ رسول خانوادۂ بتول کو کربلا کے میدان میں تہ تیغ کیا اور یہ بھی ابن سبا ہی کی کرشمہ سازیوں کا اثر ہے کہ آج بھی سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے نور دیدہ لخت جگر فاطمہ، ریحانۂ رسول سید الشہداء شہید کربلا کے خلاف اپنا زور قلم دکھانے کی جرأت کی جارہی ہے۔

"خلافت معاویہ ویزید" کوئی نئی بات نہیں۔ اسی نہروانی خارجیت کے مہلک جراثیم سے پھر دنیائے اسلام کے امن وامان کو برباد کرنے کی ایک شرمناک جدوجہد ہے۔ امروہوی صاحب نے ایک کتاب میں حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا حسین شہید کربلا پر نکتہ چینیاں کیں ہیں، اس کے جواب میں رافضی کو جرأت ہوگی۔ وہ دیگر صحابہ کرام خصوصاً حضرت امیر معاویہ، عمرو بن عاص اور حضرات شیخین پر تبرا کرے گا۔

اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ.

امروہوی صاحب نے پہلے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خلافت مکمل نہیں، اس کی دلیل میں تین چیزیں پیش کی ہیں:

ایک یہ کہ یہ خلافت ابن سبائیوں کی تائید واصرار اور ان کے اثر سے قائم کی گئی تھی اس خلافت نے باوجود قدرت کے حضرت عثمان کا قصاص نہیں لیا، اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا۔

صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں:

یہ بیعت چوں کہ باغیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے قائم ہوئی تھی، اور یہ

خلافت ہی حضرت عثمان ذوالنورین جیسے محبوب اور خلیفہ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی، نیز قاتلین سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا اور نہ قصاص لیے جانے کا کوئی امکان باقی تھا، اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا، اس لیے بیعتِ خلافت مکمل نہ ہو سکی۔ (ملخصاً)

پہلی بات:

آپ کا یہ کہنا اگر بجا ہے کہ یہ خلافت سبائیوں کے اثر سے قائم کی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں ان تمام لوگوں کا ہاتھ تھا، جو حضرت علی کی خلافت قائم کرنے والے ہیں اور ایک پہلو یہ بھی نکل سکتا ہے کہ اپنی خلافت خود حضرت علی نے قائم کی، لہٰذا وہ بھی اس خون ناحق میں شریک ہیں۔ اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کس نے قائم کی، اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ اکابر صحابہ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی یا نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں فرماتے ہیں:

علم مما مر أن المحقق بالخلافة بعد الائمة الثلاثة هو الامام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ علی بن ابن طالب باتفاق اهل الحل والعقد علیه کطلحة والزبیر وابی موسیٰ وابن عباس وخزیمة بن ثابت وابی الهیثمة بن التیهان ومحمد بن مسلمة وعمار بن یاسر . وفی شرح المقاصد عن بعض المتکلمین ان الاجماع انعقد علیٰ ذلک ووجه انعقاده فی زمن الشوریٰ علیٰ انها له ولعثمان وهذا اجماع علیٰ انه لو لا عثمان لکانت لعلی فحین خرج عثمان بقتله من البین بقیت لعلیّ اجماعا .

گزشتہ باتوں سے معلوم ہوا کہ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلفائے ثلاثہ کے بعد خلافت کے مستحق امام مرتضیٰ ولی مجتبیٰ حضرت علی ابن ابی طالب تھے۔ یہ اہل حل وعقد حضرات طلحہ وزبیر اور ابو موسیٰ وابن عباس وخزیمہ بن ثابت وابو ہیثمہ بن تیہان ومحمد بن مسلمہ

وعمار بن یاسر ہیں۔ شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے ہے کہ خلافت مرتضوی پر اجماع ہے اس طرح کہ حضرت عمر کی مشاورتی کمیٹی میں باتفاق طے ہوا تھا کہ خلافت حضرت علی یا حضرت عثمان کے لیے ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت حضرت علی کا حق ہے، جب کہ عثمان نہ رہے تو حضرت علی اس کے مستحق اجماعاً رہے۔
(صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص:۷۱)

امام جلیل اجل خاتم الحفاظ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاریخ الخلفا میں ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ناقل ہیں:

بویع علیّ بالخلافة بعد الغد من قتل عثمان بالمدینة فبایعه جمیع من کان بها من الصحابة.

حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے دن مدینہ طیبہ میں حضرت علی کی خلافت پر بیعت ہوئی، مدینہ میں جتنے بھی صحابہ تھے، سب نے بیعت کی۔

لیکن امروہوی صاحب کہہ دیں گے کہ تاریخ الخلفاء کا کیا اعتبار۔ یہ تو تاریخ کی ادنیٰ کتاب ہے۔ شاید ان کے نزدیک کتاب کی عظمت کا دارومدار کتاب کے حجم پر ہے لیکن یہ منطق انہیں کو مبارک ہو، کتاب کا ادنیٰ اعلیٰ ہونا حجم پر نہیں بلکہ مصنف کی جلالت علمی پر ہے۔ امام اجل جلیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علما میں جو مرتبہ ہے، وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں، ان کی کتاب تاریخ الخلفاء اگر چہ بہت مختصر ہے مگر نہایت ہی مستند ہے۔ اگر کتاب کی حیثیت کا دارومدار حجم پر ہو تو وہ دن دور نہیں کہ آپ کہیں کہ قرآن کریم کا حجم بہت چھوٹا ہے، لہذا یہ ادنیٰ ہے اور ہماری مبسوط کتاب کا حجم بہت بڑا ہے، لہذا یہ بہت اعلیٰ ہے، پھر کوئی آریہ آپ سے سیکھ کر یہ کہہ دے کہ چوں کہ ویدوں کا حجم قرآن سے بڑھا ہوا ہے لہذا وہ قرآن سے اعلیٰ ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ آیئے دیکھئے یہ امام ابو جعفر اپنی کتاب الریاض النضرة میں کیا فرماتے ہیں:

وخرج علی فاتی منزله وجاء الناس کلهم الیٰ علی لیبایعوه فقال لهم لیس هذا الحکم انما هو الیٰ اهل بدر فمن رضی به اهل بدر فهو الخلیفة فلم

یبق احد من اھل بدر الا قال ما نری احق لھا منک فلما رای علی ذلک جاء المسجد فصعد المنبر و کان اول من صعد الیہ وبایعہ طلحۃ والزبیر وسعد واصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (الریاض النضرۃ للطبری : ۲/۱۲۶)

حضرت علی وہاں سے اپنے گھر آئے، سب لوگ حضرت علی کے پاس آئے کہ ان سے بیعت لے لیں ۔ حضرت علی نے فرمایا یہ تمہارا حق نہیں اہل بدر جسے پسند کریں وہ خلیفہ ہے، پھر تمام اہل بدر نے کہا کہ (اے علی!) آپ سے زیادہ خلافت کا حق دار کوئی نہیں اب حضرت علی مسجد میں آئے، منبر پر چڑھے، سب سے پہلے حضرت طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر صحابہ نے بیعت کی۔

ان تمام جلیل القدر محدثین وعلمائے راسخین کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ حضرت علی کو مسند خلافت پر بٹھانے والے اصحاب بدر و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، جن میں حضرت طلحہ اور زبیر بھی شامل ہیں۔ اس کے برخلاف امروہوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ خلافت سبائیوں قاتلان عثمان کے اثر سے قائم ہوئی۔ یہ تو کہنا خلاف تہذیب ہوگا کہ امروہوی صاحب نے غلط لکھا، لہذا مہذب رہنے کے لیے یہ ماننا ہی پڑے گا کہ امروہوی صاحب کے نزدیک اہل بدر اور وہ اصحاب رسول اللہ جنہوں نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا سبائی، باغی اور قاتل حسین ہیں۔ امروہوی صاحب کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات بھی نہیں ہوگی۔ بنی امیہ کی محبت میں سب کچھ گوارا ہے۔

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے
صرف کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

حضرت عثمان کے قصاص کے معاملہ میں بات بالکل صاف ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس معاملہ میں کبھی انکار نہ کیا اور نہ پہلو تہی کی، قانون اسلام کے مطابق قصاص اس وقت لیا جاتا جب کہ حضرت عثمان کے وارثین بارگاہ خلافت میں قاتلوں کو متعین کر کے ان پر دعویٰ کرتے کہ فلاں فلاں نے حضرت خلیفہ مظلوم کو شہید کیا ہے اور اس پر

شرعی گواہ لاتے جب عینی گواہوں کے بیان یا قاتلین کے اقرار سے ثابت ہو جاتا کہ یہ لوگ قاتل ہیں تب کہیں جا کر جرم ثابت ہوتا اور قصاص لینا فرض ہوتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا، حضرت عثمان کے کسی ولی نے کبھی بھی اس قسم کا نہ دعویٰ دائر کیا، اور نہ کوئی ثبوت پیش کیا۔ حضرت علی قصاص لیتے تو کس سے لیتے۔ حضرت طلحہ وزبیر حتی کہ خود امیر معاویہ نے لشکر کشی تو کی مگر اس قسم کا دعویٰ بارگاہ خلافت میں دائر نہیں کیا، اگر دائر کیا تو امروہوی صاحب یا ان کے حوارئین ثبوت لائیں۔ امروہوی صاحب کے سامنے انگریزی قانون ہے، جس کے ماتحت کسی کے قتل کے بعد پولیس فرضی لوگوں کو پکڑتی ہے، شبہ میں گرفتار کرتی ہے، مارتی پیٹتی ہے، پھر کسی پر مقدمہ چلاتی ہے، تیر تکہ پر بیٹھ گیا اور فرضی گواہ جج کی نظر میں جرح وقدح میں سالم رہ گئے تو قاتل کو پھانسی ہوگئی، ورنہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قاتل کل چھرے اڑاتا ہے اور بے گناہ تختہ دار پر ہوتا ہے۔

امروہوی صاحب چاہتے ہیں کہ حضرت علی بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت علی نے ایسا نہیں کیا، لہٰذا وہ امروہوی صاحب کی نظر میں مجرم ہوئے وہ خلافت کے اہل نہیں رہے۔

لیکن امروہوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کا قانون ایسا ظالمانہ نہیں اور نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے خلیفہ راشد سے اس کی امید ہوسکتی ہے کہ وہ اسلامی قانون کے برخلاف کسی دوسرے قانون پر عمل کرتے۔ قصاص حد ہے، ثبوت کے بعد حد جاری نہ کرنا شدید ترین ظلم اور بہت بڑا فسق ہے۔ حدود الٰہی کے ترک کی نسبت مولائے مومنین صہر سید المرسلین کی طرف کرنا ابن تیمیہ جیسے متہور اور اس کے اندھے مقلدین کا کام ہوسکتا ہے، کسی سنی صحیح العقیدہ کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق تھی، آپ حضرت طلحہ، زبیر، اور امیر معاویہ کے مقابلے میں مصیب تھے، اس کی تصریحات احادیث کریمہ میں بکثرت موجود ہیں۔

حدیث اول:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا:

تقتلک الفئۃ الباغیۃ۔

تجھے خلیفہ برحق پر خروج کرنے والی باغی جماعت قتل کرے گی۔

حضرت عمار جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی کے ساتھ تھے، معلوم ہوا کہ حضرت علی کی خلافت حق تھی۔

حضرت امام نووی فرماتے ہیں:

قال العلماء : هذا الحديث حجة ظاهرة في ان عليا كان محقا مصيبا والطائفة الاخرىٰ بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم . (۲/۲۹۶شرح مسلم)

علما نے فرمایا یہ حدیث کھلی ہوئی اس بات کی دلیل ہے کہ علی حق وصواب پر تھے اور دوسرے گروہ سے خطائے اجتہادی ہوئی۔ اس لیے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

حدیث دوم:

امام بخاری نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا، وہ فرماتے ہیں:

وفيكم الذي اجاره من الشيطان علىٰ لسان نبيه يعني عماراً.

اور تم میں وہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے شیطان سے محفوظ رکھا، اپنے نبی کے فرمان سے یعنی عمار۔

اسی کو تھوڑے تغیر کے ساتھ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت فرمایا۔

جب حسب فرمان حدیث حضرت عمار شیطان سے محفوظ ہیں تو ان سے خطا سرزد نہیں ہوسکتی۔ یہ تمام معرکوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے، لہذا ثابت ہوا کہ حضرت علی حق پر تھے، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی حق وباطل کا وہ معیار تھی جس کی وجہ سے بہت سے وہ صحابہ کرام جو اس نزاع میں متردد تھے، حضرت علی کی حقانیت کے قائل ہوگئے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ما اسىٰ علىٰ الا انى لم اقاتل مع على الفئة الباغية (الرياض النضرة : ۳/۱۴۲)

اس سے زیادہ مجھے کوئی بات بری نہیں معلوم ہوئی کہ میں نے حضرت علی کے ساتھ ان کے مخالفین سے جنگ نہیں کی۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار کی شہادت سے پہلے پہلے معرکہ کارزار میں ہوتے ہوئے بھی تلوار بے نیام نہیں کی تھی، مگر حضرت عمار کی شہادت کے بعد حضرت علی کی حمایت میں انتہائی جوش کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خود حضرت عمرو بن عاص حضرت معاویہ کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تطہیر الجنان واللسان میں فرماتے ہیں:

بعض معتزلی علی ظهر لهم من الاحادیث انه الامام الحق فندموا علی التخلف عنه کما مر ومنهم سعد بن ابی وقاص . (ص: ۱۵۹)

حضرت علی سے الگ رہنے والے صحابہ کرام میں سے بعضوں پر حدیثوں سے آپ کا خلیفہ برحق ہونا عیاں ہو گیا، تو وہ اس علاحدگی پر نادم رہے، جیسا کہ گزرا۔ انہیں میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حدیث سوم:

جنگ جمل میں جب دونوں فریق صف آرا ہو گئے تو حضرت علی نے حضرت زبیر کو بلایا انہیں یاد دلایا۔ ایک بار عہد رسالت میں ہم دونوں فلاں جگہ ساتھ ساتھ تھے، آنحضور نے ہمیں دیکھ کر فرمایا: اے زبیر! علی سے محبت کرتے ہو۔ عرض کیا کیوں نہیں یہ میرے ماموں زاد بھائی و اسلامی برادر ہیں۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا: اے علی! بولو کیا تم بھی انہیں محبوب رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے پھوپھی زاد اور دینی بھائی کو کیوں نہ محبوب رکھوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے زبیر! ایک دن تم ان کے مد مقابل ہو گے، اور تم خطا پر ہو گے۔ حضرت زبیر نے اس کی تصدیق کی، فرمایا: میں بھول گیا تھا اور صفیں پھاڑ کر میدان کارزار سے نکل گئے۔ (الریاض النضرۃ: ۲/۲۷۳ وصواعق محرقہ ۱۷۱ از حاکم و بیہقی)

حدیث چہارم:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا:

ایکن صاحب الجمل الاحمر یخرج حتی تنبحها کلاب الحواب فیقتل حولها قتلی کثیرۃ. (محرقۃ: ۱۷ از بزار و ابونعیم)

تم میں کون سرخ اونٹ والی ہے، جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے اس کے بعد اس کے گرداگرد لاشوں کے ڈھیر ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ام المومنین مکہ سے چلیں، جب حواب پہنچیں تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ حدیث یاد آئی۔ دریافت کیا کون سی جگہ ہے، لوگوں نے بتایا: حواب ہے۔ یہ سن کر اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ لیکن فتنہ پردازوں نے جب دیکھا کہ سارا معاملہ بگڑ رہا ہے تو فوراً بولے کہ حواب نہیں، کسی نے آپ کو غلط بتا دیا ہے۔

حدیث پنجم:

حضور نے ارشاد فرمایا:

اللهم ادر الحق معه حيث دار (مشکوٰۃ)

اے اللہ! حق علی کے ساتھ رکھ جہاں بھی جائیں۔

حضور کی یہ دعا یقیناً مستجاب ہوئی اور ہر میدان میں حق حضرت علی کے ساتھ رہا۔ ان احادیث سے خوب واضح ہو گیا کہ حضرت مولائے مومنین صہر خاتم النبیین علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق تھی، اور ان پر قصداً قصاص نہ لینے کا یا قتل عثمان میں کسی طرح شریک ہونے کا الزام غلط ہے۔ اس معاملہ میں بھی وہ حق پر تھے، ان کے محاربین سے خطائے اجتہادی واقع ہوئی۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا: خلفا کون ہیں؟ ارشاد فرمایا:

ابوبکر وعمر وعثمان وعلی قلت فمعاویۃ؟ قال لم یکن احد احق بالخلافۃ فی زمان علیّ من علی. (صواعق محرقۃ از بیھقی ابن عساکر)

خلفا ابوبکر و عمر و عثمان و علی ہیں۔ سائل نے امیر معاویہ کے بارے میں دریافت کیا فرمایا: حضرت علی کے زمانے میں حضرت علی سے زائد کوئی دوسرا خلافت کا حق دار نہیں تھا۔

اب آیئے اس بحث کو حضرت امام نووی محرر مذہب شافعی شارح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے بیان پر ختم کردوں، شرح صحیح مسلم شریف جلد دوم ص: ۲۷۲ پر فرماتے ہیں:

اما عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخلافتہ صحیحۃ بالاجماع وقتل مظلوما وقتلتہ فسقۃ ولم یشارک فی قتلہ احد من الصحابۃ وانما قتلہ ھمج ورعاع من غوغاء القبائل وسفلۃ الاطراف والارذال واما علیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخلافتہ صحیحۃ بالاجماع وکان ھو الخلیفۃ فی وقتہ لا خلافۃ لغیرہ.

حضرت عثمان کی خلافت اجماعاً صحیح ہے وہ ظلماً شہید کیے گئے، ان کے قاتل فاسق ہیں، ان کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں ہوئے۔ انہیں کمینے چرواہوں، ادھر ادھر کے رذیل اور نیچے درجے کے لوگوں نے شہید کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے، اپنے عہد میں وہی خلیفہ تھے، کسی دوسرے کی خلافت نہیں تھی۔

امروہوی صاحب نے اپنی کتاب میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ یزید، متبع سنت، متدین، زاہد، عابد وکبار تابعین میں تھا۔ بڑا مدبر، بیدار مغز اور مجاہد فی سبیل اللہ تھا۔ اس کی طرف فسق وفجور، کفر والحاد کے بارے میں جتنی روایتیں ہیں، سب وضعی ہیں۔ امروہوی صاحب یزید کی محبت میں اس درجہ خود رفتہ ہیں کہ انہیں احادیث صحیحہ اور کبار صحابہ اور تابعین کے ارشادات تک نظر نہیں آتے۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ "یزید کے معاصرین میں صرف عبداللہ بن زبیر اسے برا بھلا کہتے تھے مگر چوں کہ وہ خود آنکھ سے دیکھتے نہیں تھے، لہٰذا ان کی بات لائق اعتبار نہیں۔ لیکن اس کے برخلاف امروہوی صاحب تیرہ سو برس کے بعد یزید کے فضل وکمال کو اس طرح بیان کرتے ہیں گویا آپ یزید کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے۔ آپ نے ساری تحقیقات کی بنیاد اس پر قائم کی ہے کہ سوائے ابن تیمیہ اور ابن خلدون کے سارے مورخین روایت پرست تھے، تحقیق وجستجو سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی، اندھا دھند جو کچھ سنا نقل کردیا۔ سب سے پہلا محقق ابن خلدون ہے، اور دوسرا آپ جیسا فن کار، اسی بنا پر آپ نے جگہ جگہ ابن خلدون کو سراہا ہے، اور امام ابن جریر طبری جیسے جلیل القدر مسلم الثبوت امام کو شیعہ کہہ کر ناقابل اعتبار کردیا ہے۔ طبری اتنے پایہ کے امام ہیں کہ ابن خزیمہ محدث

کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ ان پر بعضوں نے یہ الزام رکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کرتے تھے۔ اس کا جواب علامہ ذہبی جیسے فن رجال کے امام نے ان زوردار الفاظ میں دیا ہے۔

هذا رجم بالظن الكاذب بل ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين .

یہ جھوٹی بدگمانی ہے ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں سے ایک امام کبیر ہیں۔

انتہا یہ ہے کہ موجودہ صدی کے مشہور مورخ جناب شبلی اعظم گڑھی کو سیرت النبی کے مقدمہ میں طبری کے بارے میں لکھنا پڑا:

تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔

طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال، وثوق واعتماد اور وسعت علم کے معترف ہیں لیکن برا ہو جوش تعصب کا کہ جملہ ائمہ محدثین کی معتمد علیہ ذات کے بارے میں امروہوی صاحب کی رائے یہ ہے کہ وہ بالکل ہی غیر معتبر اور نا قابل قبول ہیں ۔ یقیناً امام طبری کا یہ کارنامہ کہ انہوں نے امروہوی صاحب کے لائق امیر کے کرتوتوں کو بے نقاب کر دیا ہے، یزیدیوں کے نزدیک جرم نا بخشیدہ ہے۔

رہ گیا ابن خلدون تو چوں کہ ان کے یہاں نیچریانہ اسلوب پرستی پر بہت زور ہے، لہٰذا اس زمانہ کے روحانیت سے محروم تاریخ داں اسے بہت اچھالتے ہیں۔ مگر حقیقت کیا ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ خود خارجیوں کا بھائی معتزلی تھا۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۲۷ ر میں لکھتے ہیں:

علامہ عبدالرحمٰن حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون

سبحان اللہ! کیا خوب تحقیق ہے کہ ابن جریر طبری جیسے امام زماں کی باتیں محض اس بنا پر مردود کہ وہ یزید کے ہم عصر نہیں تھے، شیعہ تھے، مگر ان کے صدیوں بعد کے ایک معتزلی کی بات شیر مادر:

تفو بر تو اے چرخ گردون تفو

یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ امروہوی صاحب نے جس کے بیان کو اپنی افتاد طبع کے مطابق پایا، اسے محقق، مدقق، اور صحیح العقیدہ مانا، اور جس کی بات اپنے رجحان طبع کے خلاف پائی، اسے بد مذہب اور سطحی نظر والا کہہ دیا۔ یہی وہ تحقیق ہے، یہی وہ ریسرچ ہے، جس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے، یزید کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں، پہلے انہیں سنیں، پھر اس کے کرتوت دیکھیں، پھر امت کا فیصلہ۔

حدیث اول:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

هلكة امتي على ايدي غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة فقال ابو هريرة لو شئت ان اقول بني فلان بني فلان لفعلت فكنت اخرج مع جدي الى بني مروان حين ملكوا بالشام فاذا رآهم غلمانا احداثا قال لنا عسىٰ هولاء ان يكونوا منهم قلنا : انت اعلم .

میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ مروان نے کہا کہ ان پر خدا کی لعنت ہو، بہت برے لونڈے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر تم چاہو کہ میں بتادوں کہ وہ بنی فلاں ہیں تو میں بتا سکتا ہوں۔ عمرو بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں شام اپنے دادا کے ساتھ جاتا تھا، جب انہوں نے نوخیز چھوکرے دیکھے تو کہا یہ انہیں میں ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا آپ خوب جانتے ہیں۔

امروہوی صاحب کان کھول کر سنیں! یہ ابو مخنف کی روایت نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب کا نام لے کر بتا سکتا ہوں اور انہوں نے اشاروں سے بتا بھی دیا کہ وہ کون ہیں۔ حدیث چہارم دیکھیں۔

آپ کے حضرت مروان بن حکم کو عمرو بن یحییٰ جیسے جلیل القدر محدث تابعی فرماتے ہیں کہ مروان انہیں ملعونین میں ہے، اور آپ کے ممدوحین بنی امیہ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ بنی مروان نے امت میں جتنی تباہی مچائی ہے، وہ سب تقلید ہے آپ کے

لائق امیر یزید کی، اس لیے یہ کبھی ممکن نہیں کہ اس حدیث کے مصداق یہ ظالمین تو ہوں، اور ان کا پیش رو نہ ہو اگر میرا یہ قیاس آپ کو نہ بھاتا ہو تو آیئے شارحین کے ارشادات جلیلہ سنئے!

علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

قوله احداثا ای شبانا و اولهم یزید علیه ما یستحق و کان غالبا ینزع الشیوخ من امارة البلدان الکبار و یولیها الاصاغر من اقاربه . (حاشیة البخاری : صفحه ۱۰۴۶)

احداث نوخیز ہوں گے، ان کا پہلا یزید علیہ ما یستحق ہے، اور یہ عموما سن رسیدہ بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی امارت سے اتارتا تھا۔ اپنے کم عمر رشتہ داروں کو والی بناتا تھا۔

ملاعلی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

قوله علی یدی غلمة ای علی ایدی الشبان الذین ما وصلوا الیٰ مرتبة کمال العقل واحداث السن الذین لا مبالاة لهم باصحاب الوقار، والظاهر ان المراد ما وقع بین عثمان وقتلته وبین علی والحسین ومن قاتلهم قال المظهر لعله ارید بهم الذین کانوا بعد الخلفاء الراشدین مثل یزید وعبد الملک بن مروان وغیرهما .

غلمہ سے مراد وہ نوجوان ہیں جو کمال عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچے ہیں اور وہ نوعمر جو وقار والوں کی پرواہ نہیں کرتے، ظاہر ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور حضرت علی، حضرت امام حسین سے لڑے۔ مظہر نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین کے بعد تھے، جیسے یزید اور عبدالملک بن مروان وغیرہ۔

دیکھئے سارے شارحین اس پر متفق ہیں کہ غلمۂ قریش میں یزید ضرور داخل ہے۔

دوم وسوم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تعوذوا بالله من رأس السبعین وامارة الصبیان. (مشکوۃ : صفحه ۳۲۳/۲)

لوگو استر دیں دہائی کی ابتدا اور چھوکروں کے امیر ہونے سے خدا کی پناہ مانگو۔ امارۃ الصبیان کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای من حکومة الصغار الجهال کیزید بن معاویة واولاد مروان بن الحکم وامثالهم قیل رأهم النبی صلی الله علیه وسلم فی منامه یلعبون علیٰ منبره علیه الصلاة والسلام.

امارۃ الصبیان سے جاہل چھوکروں کی حکومت مراد ہے جیسے یزید بن معاویہ اور مروان بن حکم کی اولاد، اور ان کے مثل ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں اپنے منبر پر کھیل کود کرتے ملاحظہ فرمایا ہے۔

منبر پر کھیلنے والی حدیث کو خاتم الحفاظ علامہ اجل سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں بھی روایت فرمایا ہے:

حدیث چہارم:

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی ناقل ہیں:

وکان مع ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه علم من النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بما مر عنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی یزید فانه کان یدعو اللهم انی اعوذبک من رأس الستین وامارة الصبیان فاستجاب الله له فتوفاه سنة تسع وخمسین وکانت وفاة معاویة وولایة ابنه سنة ستین.

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، اس کا علم حضور کے بتانے سے حضرت ابو ہریرہ کو تھا، وہ دعا فرمایا کرتے: اے اللہ! ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی بادشاہت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ یہ ۵۹ھ میں فوت ہوگئے۔ امیر معاویہ کا انتقال اور یزید کی حکومت ۶۰ھ میں ہوئی۔

هلكة امتی علیٰ یدی غلمة قریش کے ذیل میں گزرا کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا تھا کہ اگر کہو تو میں بنی فلاں بنی فلاں کا نام لے سکتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ نے کھلے بند تو نام نہیں لیا مگر ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی امارت سے پناہ مانگ کر نہایت جلی غیر مبہم

اشارہ فرمادیا کہ اس ۶۰ھ میں جو امارت قائم ہوگی، اس سے پناہ مانگتا ہوں، اور وہ یزید کی حکومت تھی۔ لہذا ثابت ہوگیا کہ امت کو برباد کرنے والے چھوکروں کا سرگروہ یزید ہے۔

ان احادیث کو نقل فرما کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں:

اشارت بزمان یزید بے دولت کرد کہ ہم در سال ستین بر سریر شقاوت نشست واقعہ حرہ در زمان شقاوت نشان او وقوع یافت۔ (جذب القلوب:۳۳)

حدیث پنجم:

علامہ اجل سیوطی تاریخ الخلفاء میں اور امام ابن حجر صواعق محرقہ میں، شیخ محمد صبان اسعاف الراغبین میں مسند ابو یعلی سے راوی:

لایزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید.

میری امت کا معاملہ برابر درست رہے گا، یہاں تک کہ پہلا جو شخص اس میں رخنہ اندازی کرے گا، وہ بنی امیہ کا ایک فرد یزید ہوگا۔

علامہ ابن حجر "تطہیر الجنان" میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

رجالہ رجال الصحیح الا ان فیہ انقطاعا .

اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں، صرف اس میں انقطاع ہے۔

حدیث ششم:

یہی حضرات اپنی اپنی انہیں کتابوں میں بحوالہ مسند رویانی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید .

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پہلا شخص جو میری سنت بدلے گا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا، جس کا نام یزید ہے۔ (جذب القلوب: صفحہ ۳۳)

ان احادیث میں اگرچہ بعض ضعیف ہیں مگر اس کو دوسری روایات اور تلقی علماء سے تقویت ہے، لہذا قابل حجت ہیں۔

امروہوی صاحب کے لائق زاہد امیر کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سن چکے۔ اب آیئے خود بنی امیہ ہی کے ایک فرد کی رائے سنئے۔

صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء میں نوفل بن فرات سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید فقال : قال امیر المومنین یزید بن معاویة فقال : تقول امیر المومنین ؟ فامر به فضرب عشرین سوطا .

میں عمر بن عبد العزیز کی بارگاہ میں تھا۔ ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا، اسے امیر المومنین کہہ دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے ڈانٹا اور کہا: امیر المومنین کہتا ہے؟ حکم دیا، اسے بیس کوڑے مارے گئے۔

یزید کے معاصرین میں حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں وہ فرماتے ہیں:

واللہ ما خرجنا علیٰ یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء انه رجل ینکح امهات الاولاد والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰة . (صواعق محرقه : ۱۳۳ . تاریخ الخلفاء: ۱۴۶)

ہم نے یزید کی بیعت اس وقت تک نہیں توڑی جب تک ہمیں یہ خوف نہ ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا جو ام ولد اور لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا تھا وہ شراب پیتا تھا، نمازیں ترک کرتا تھا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن جوزی سے ناقل ہیں کہ ۶۲ھ میں یزید نے عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے بیعت لے۔ عثمان نے اہل مدینہ کی ایک جماعت یزید کے پاس بھیجی۔ یزید کے پاس سے جب یہ جماعت لوٹی

تو یزید کی برائیاں کھلے بند کرنے لگی۔ اس کی بے دینی، شراب خوری مناہی وملاہی کا ارتکاب، کتے بازی اور دیگر برائیوں کو واشگاف کرنے لگی، ان سے یہ حالات سن کر باقی اہل مدینہ بھی یزید کی بیعت واطاعت سے بیزار ہو گئے۔ اس جماعت میں ابن منذر بھی تھے وہ کہتے ہیں:

بخدا! یزید مجھے ایک لاکھ درہم دیتا تھا لیکن میں نے سچائی چھوڑ کر اس کے سامنے سر نہ جھکایا۔ وہ شراب خور اور تارک الصلوۃ ہے۔

نیز بھی شیخ ابن جوزی سے اور وہ ابوالحسن مدائنی سے نقل فرماتے ہیں:

یزید کے فسق وفساد کے دلائل ظاہر ہونے کے بعد اہل مدینہ منبر پر آئے، اور اس کی بیعت توڑ دی۔

عبداللہ بن عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور کہا:

اگر چہ یزید مجھے انعام واکرام دیتا ہے مگر وہ دشمن خدا دائم السکر ہے۔ میں نے اس کی بیعت توڑ دی، جیسے کہ اپنی دستار سر سے اتار لی۔

پھر دوسرے اٹھے اور انہوں نے اپنی جوتی پاؤں سے نکالی اور پھینک کر کہا:

میں نے اس طرح یزید کی بیعت توڑ دی۔

اتنے زور وشور کے ساتھ بیعت توڑنے کا مظاہرہ ہوا کہ مجلس دستاروں اور جوتوں سے بھر گئی۔ امروہوی صاحب ابن منذر اور ان کے ہمراہی ابو مخنف سے سن کر تو نہیں فرما رہے ہیں۔ یہ تو یزید کے ہم عصر اور اس کے حالات کے چشم دید گواہ ہیں۔ دیکھئے یہ آپ کے لائق زاہد امیر یزید کے بارے میں کیا بتا رہے ہیں، یزید کے زہد وورع، علم وفضل کا خطبہ پڑھنے والے امروہوی صاحب یزید کے کارنامے سنیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سب سے شنیع اور قبیح جو واقعہ یزید بن معاویہ کے زمانے میں رونما ہوا، واقعہ حرہ ہے، اس کو حرہ واقم اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ جس زمانے میں کہ مدینہ طیبہ آبادی ورونق میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ بقیہ صحابہ اور انصار ومہاجرین وعلمائے کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو

شامیوں کے لشکر عظیم کے ساتھ اہل مدینہ سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کریں فبہا ورنہ جنگ کرو، فتح کے بعد تین دن تک مدینہ تمہارے لیے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا۔ مقام حرہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مدینہ تاب مقابلہ نہ دیکھ کر خندق کھود کر محصور ہو گئے۔ (امروہوی صاحب کے صحابی مروان کی دسیسہ کاریوں کی بدولت) یزیدی مدینہ میں گھس آئے، پہلے حرم نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شدومد کے ساتھ مدافعت کی، مگر تابہ کے۔ عبداللہ بن مطیع رئیس قریش مع اپنے سات فرزندوں کے شہید ہو گئے۔ آخر میں شامی درندے اس حرم پاک میں گھس پڑے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار صحابہ کرام اور کبار علمائے تابعین کو، سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا، نہ بوڑھے بچے، نہ مرد نہ عورتیں، مال ومتاع جو کچھ ملا سب لوٹا، ہزاروں دوشیزگان حرم مصطفےٰ کی عصمت دری کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے، روضہ جنت میں گھوڑے باندھے، گھوڑوں کی لید و پیشاب سے اسے ناپاک کیا۔ تین دن تک کسی اہل مدینہ کی یہ جرأت نہ ہو سکی کہ مسجد نبوی میں جا کر نماز واذان ادا کرے، اور نہ ان یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہو سکی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک نوچ لی گئی۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۔

(سورہ مریم: پ ۱۶ ع ۹، آیت ۹۰)

قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے، زمین پھٹ جائے، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں جان اسی کی بچی، جس نے صریح الفاظ میں یزید کی بیعت کی۔

ثم دعا الی بیعة یزید وانهم اعبد له فی طاعة الله ومعصیه فاجابوه الا واحدا من قریش فقتله ۔ (تطهیر الجنان: ص ۱۳۲)

مدینہ تین دن لوٹنے کے بعد یزید کی اس بیعت کی دعوت دی کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں، اللہ عزوجل کی طاعت ومعصیت میں ان درندوں کے ظلم وستم سے مرعوب ہو کر سب نے یہ بیعت کر لی۔ ایک قریشی صاحب نے نہیں کی تو انہیں قتل کر دیا۔

سعید بن مسیب کو جو کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں ہیں، پکڑا، ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی، انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر وعمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے، ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے ان کے جنون کی گواہی دی، جب کہیں جا کر ان کی جان بچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس ارض پاک کا جس کے جنگلی جانور کو اڑا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا۔ آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کے پردے اور چھت کو جلا دیا، فدیہ اسماعیل کے سینگ جل گئے۔ اسی اثنا میں ان سارے مظالم کے بانی مبانی یزید کو اپنے کیفر کردار تک پہنچنے کا وقت آگیا اور وہ اپنے ٹھکانے گیا۔

اب آیئے علمائے مابعد کے فیصلے یزید کے بارے میں سنئے!

باپ کے احوال کو بیٹے سے زیادہ تیرہ صدی کے بعد والا نہیں جان سکتا۔ معاویہ بن یزید کو جب یزید کے تخت پر بٹھایا گیا تو انہوں نے جو خطبہ دیا وہ بغیر ابو مخنف کی وساطت کے تاریخ کی کتابوں میں یوں درج ہے:

ثم قلد ابی الامر وکان غیر اھل له ونازع ابن بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فنقصت عمره ونثر عقبه وصار فی قبره رھینا بذنوبه ثم بکیٰ وقال ان من اعظم الامور علینا علمنا بسوء مصرعه وبئس منقلبه وقد قتل عترة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واباح الخمر وخرب الکعبة

(صواعق محرقه : ۱۳۴)

پھر میرے باپ کو حکومت دی گئی، وہ نالائق تھا۔ نواسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑا، اس کی عمر کم کر دی گئی، اور اس کی نسل تباہ کر دی گئی، وہ اپنی قبر میں گناہوں کے وبال میں گرفتار ہو گیا، پھر رو دیا اور کہا ہم پر سب سے زیادہ گراں اس کی بری موت اور ٹھکانا ہے، اس نے عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا، شراب حلال کی اور کعبہ کو برباد کیا۔

امام الاولیاء المکرام سید التابعین العظام حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ما ادراک ما وقعة الحرة ذكرها الحسن مرة فقال والله ما كاد ينجو منهم واحد، قتل فيها خلق من الصحابة ومن غيرهم ونهبت المدينة و افتض فيها ألف عذراء فانا لله وانا اليه راجعون . (صواعق محرقه: ۱۳۲ تاریخ الخلفاء : ۱۴۶)

تمہیں پتہ ہے واقعہ حرہ کیا ہے؟ واللہ! بہت کم اہل مدینہ اس سے بچے۔ صحابہ کرام اوران کے علاوہ ایک خلق کثیر مقتول ہوئی ۔ مدینہ لوٹ لیا گیا، اور ایک ہزار دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

لما فعل يزيد باهل المدينة ما فعل مع شربه الخمر واتيانه المنكرات اشتد عليه الناس وخرج عليه غير واحد . (ایضا)

یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا۔ شراب پینے، منکرات کا ارتکاب کرنے سے ساتھ ساتھ تو لوگ اس کے خلاف ہوگئے، اوراس کی بیعت بہتوں نے توڑ دی۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن جوزی وغیرہ اس پر لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد" ہے۔ (صواعق: ۱۳۲)

شیخ احمد صبان اسعاف الراغبین میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الامام احمد بكفره وناهيك به ورعا و علما تقتضيان انه لم يقل ذلک الا لما ثبت عنده امور صريحة وقعت منه توجب ذلک ووافقه على ذلک جماعة كابن الجوزی وغيره واما فسقه فقد اجمعوا عليه واجاز قوم من العلماء لعنه بخصوص اسمه وروى ذلک عن الامام احمد قال ابن الجوزی صنف القاضی ابويعلیٰ كتابا فيمن يستحق اللعنة وذكر منهم يزيد . (اسعاف الراغبين : ۱۶۵)

امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا، اپنے علم و ورع کے اعتبار سے وہ کافی ہیں۔ ان

کے علم وورع اس بات کے مقتضی ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جب کہ ان کے نزدیک ثابت ہوگیا ہوگا کہ صریح موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہیں۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے۔ یزید کے فسق پر اجماع ہے، بہت سے علمائے کرام نے یزید کا نام لے کر اسے لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن جوزی نے بتایا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا بھی نام ذکر کیا ہے۔

جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو کافر کہا، اس پر لعنت کرنے کو جائز فرمایا تو اس سے امروہوی صاحب کی اس تحقیق کی قلعی کھل گئی، جو انہوں نے امام موصوف کے حوالے سے اس کے زہد وورع کے بارے میں کی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح عقائد میں، جو درس نظامی کی مشہور ومعروف کتاب ہے، فرماتے ہیں:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشاره بذٰلک واهانة اهل بيت النبی علیه السلام مما تواتر معناه وان کان تفاصيله آحاد فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلیٰ انصاره واعوانه. (شرح عقائد: ص ۱۱۷)

حق تو یہ ہے کہ یزید کی رضا قتل حسین پر اور اس کا اس پر خوش ہونا، اہل بیت نبوت کی توہین کرنا، متواتر المعنیٰ ہے۔ اگر چہ اس کی تفصیل آحاد ہے، بس ہم اس کے معاملہ میں توقف نہیں کرتے، بلکہ اس کے اس ایمان میں (وہ یقیناً کافر ہے) اس پر اس کے اعوان وانصار پر اللہ کی لعنت ہو۔

اگر چہ علمائے محتاطین نے یزید کے معاملہ میں سکوت فرمایا ہے کہ کفر کے لیے جس درجہ کا ثبوت درکار ہے وہ نہیں ہے۔ یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور ہم بھی اسے کافر کہنے سے سکوت کرتے ہیں، لیکن عرض یہ ہے کہ جس بدنصیب کے بارے میں اتنے جلیل القدر ائمہ اور علما کفر کا فتویٰ دیں۔ اسے لائق فائق، زاہد وہی کہے گا جو دینی امور

سے غافل وزائل ہوگا۔ امروہوی صاحب نے ام حرام بنت ملحان کی حدیث سے یزید کے فضل وکمال کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ "قسطنطنیہ پر حملہ آوروں کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ یہ حملہ یزید کی سرکردگی میں ہوا، لہٰذا یزید بھی اس کا مستحق ہوا"۔ چوں کہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ بشارت لشکر کے ہر ہر فرد کے لیے ہے۔ لہٰذا انہوں نے طرح طرح کی خیانتیں کی ہیں۔ علامہ ابن حجر کے بارے میں یہ لکھا ہے:

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ اور ان کے فرزند امیر معاویہ کی منقبت میں ہے۔ محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المهلب في هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر ومنقبة لولده لانه اول من غزا مدينة قيصر. (فتح الباری: ۲۳)

اس حدیث کے بارے میں (محدث) المہلب نے فرمایا کہ یہ حدیث منقبت میں ہے حضرت معاویہ کے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور منقبت میں ہے، ان کے فرزند (امیر یزید کے) کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

پہلی خیانت:

اس عبارت میں یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ اور ان کے نا خلف بیٹے دونوں کی منقبت ثابت کرنے کی نسبت سند الحفاظ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ علامہ ابن حجر نے مہلب کا یہ قیاس نقل کر کے اسے رد فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ علامہ موصوف یزید کو لائق مغفرت نہیں مانتے۔ بخاری کے حاشیہ پر وہیں حصلا ہے:

وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله في ذلك العموم انه لا يخرج احد بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة

حتی لو ارتد احد من غزا بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فدل علیٰ ان المراد مغفور لھم لمن وجد شرط المغفرۃ فیہ منھم .

مہلب کے قیاس کو ابن تین اور ابن منیر نے یوں رد کیا کہ عموم کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دلیل خاص سے کوئی نکل نہ سکے اس لیے کہ حضور کا ارشاد: مغفور لھم اس چیز کے ساتھ مشروط ہے کہ اہل لشکر مغفرت کے اہل ہوں۔ اگر کوئی لشکریوں میں سے اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں ہرگز داخل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مغفور لھم کی بشارت انہیں کو شامل ہے جن میں مغفرت کی اہلیت ہو۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مغفور لھم کی بشارت انہیں لوگوں کو شامل ہے جو لشکر کشی کے وقت مسلمان رہے ہوں اور آخر دم تک ایمان پر ثابت قدم رہے ہوں۔ اگر کوئی اس جنگ کے وقت مسلمان تھا، بعد میں کافر ہو گیا، تو باتفاق علما اس بشارت کا مستحق نہیں۔ اگر غزوہ کے بعد کوئی ایسا امر پایا گیا جو منافی مغفرت ہو تو وہ محروم رہ جائے گا اور ہم اوپر ثابت کر آئے کہ یزید سے اس غزوہ کے بعد بہت سے ایسے امور سرزد ہوئے، جن پر علما نے کفر تک کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا وہ اس بشارت کا مستحق نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نماز وروزہ اور دیگر اعمال صالحہ کے لیے اعلیٰ اعلیٰ جزاؤں کا بیان ہے۔ کیا جو بھی خواہ بدمذہب، بے دین ہی کیوں نہ ہو، نماز پڑھ لے تو وہ اس اجر کا مستحق ہو جائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اعمال پر اجر کا دارومدار، ایمان حسن نیت اور مقبولیت پر ہے۔ ایمان نہیں، خالصاً لوجہ اللہ نہیں تو وہ فاعل کبھی اجر کا مستحق نہ ہوگا۔ اسی طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے جہاد کا اجر مغفرت ذنوب ہے، لیکن یہ اجر ایمان وخلوص کے بعد ملے گا، جس میں دونوں باتیں نہ ہوں وہ یقیناً محروم رہے گا۔ اس توجیہ کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا:

ان السیف لا یمحو النفـــــــاق .

منافق جہاد میں مار ڈالا جانے والا جہنم میں جائے گا، تلوار نفاق نہیں مٹاتی۔

علاوہ اس کے حدیث کا صاف واضح مطلب یہ ہے کہ اس جنگ میں جہاد کرنے والوں سے جنگ سے پہلے پہلے جو گناہ صادر ہوئے ہوں گے، وہ بخش دیئے جائیں گے۔ یہ

مطلب نہیں کہ بعد میں جو چاہے کچھ بھی نا کردنی کرے وہ پیشگی معاف کر دیا گیا۔ اگر حدیث میں ما تقدم و ما تاخر ہوتا تو ضرور یہ مطلب ہوتا۔ جب ما تقدم و ما تاخر نہیں تو یہی مطلب متعین ہے کہ اس وقت تک جو خطا سرزد ہوئی ہوگی، وہ سب بخش دی جائے گی۔

امروہوی صاحب! علامہ ابن حجر کی طرف مہلب کا قول منسوب کرنا، اور ان کے رد کو نظر انداز کر دینا بھی آپ کے نزدیک تحقیق کا اعلیٰ کا معیار ہے۔ رد کرنے والوں کو قائل بتانا وہ تحقیق ہے جس کی داد آپ کے اکابر مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی ہی دے سکتے ہیں۔ اے خلافت معاویہ و یزید کو تحقیق بتانے والو! دیکھو یہ ہے تمہارے محقق کی کمال تحقیق۔

دوسری خیانت:

اسی حدیث کا پہلا حصہ قبرص کے فاتحین کے بارے میں ہے، جس میں فرمایا: قد اوجبوا علامہ ابن حجر نے "اوجبوا" کی شرح میں فرمایا تھا: ای فعلوا فعلا وجب لھم بہ الجنۃ۔ انہوں نے ایسا کام کیا، جس کی وجہ سے جنت واجب ہوگئی، اس میں سے "فعلوا فعلا" ضم کر کے صرف وجبت لھم بہ الجنۃ کو نقل کیا۔ کتر بیونت سے بھی جب کام چلتا نظر نہیں آیا، تو ترجمہ میں یہ عظیم تحریف کی یعنی ان سب غازیوں کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ وجبت لھم بہ الجنۃ میں کوئی ایسا لفظ نہیں تھا، جو کلیت پر دلالت کرتا ہو۔ لہذا آپ نے ترجمہ میں 'سب غازیوں' کی پیچ لگا دی کہ تا کہ مغفور لھم کے ترجمہ میں بھی یہ پیچ فٹ ہو جائے۔

اے دین کے دشمنو! تم یزید کی یزیدیت پر اپنا دین و ایمان منڈا بیٹھے ہو تو منڈائے رہو، احادیث و قرآن کو کھیل نہ بناؤ مگر کیا کرو گے تم تو ان کے پیرو ہو جنہیں اللہ کے رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے منبر پر اچھلتے کودتے دیکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یزید کے بارے میں امت کا اتفاق ہے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی وغیرہ اسے کافر بھی کہتے ہیں، اس پر لعنت کو بھی جائز فرماتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے کہ وہ زاہد و عابد تھا، تمام تاریخ چھان ڈالیے، اس کے زہد و قناعت کا ایک واقعہ نہیں ملے گا، اگر تھا تو امروہوی صاحب نے اسے نقل کیوں نہیں کیا، بلکہ خود

امروہوی صاحب کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید ہرگز زاہد نہیں تھا۔

صفحہ ۵۰ ر پر لکھتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس تھے، ان کی صاحبزادی کو نکاح کا پیغام بھی دیا تھا، وہ یزید کو پسند کرتے تھے، مگر اپنی بیٹی ایسے گھرانہ میں بیاہنے کو تیار نہ تھے، جہاں کام کے لیے خادمہ موجود ہو، پھر انہوں نے اپنی بیٹی یزید ہی کے ایک ہم جلیس کے عقد میں دی۔

امروہوی صاحب ہمیں سردست اس سے بحث نہیں کرنا ہے کہ حضرت ابوالدرداء یزید کو پسند کرتے تھے یا نہیں۔ یہ تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث سے ظاہر ہو چکا۔ یزید ان سے مانوس تھا کہ مرعوب اتنا تو ثابت ہو گیا۔ اس زاہد خدا پرست نے اپنی نور نظر کو یزید کے گھر جانے دینا اس لیے نہیں گوارا کیا کہ وہاں کام کاج کے لیے خادمہ تھی کام کاج کے لیے خادمہ کا ہونا زہد کے کس درجہ میں داخل ہے۔ اس کو ہر دیندار جانتا ہے۔ بولیے! حضرت ابوالدرداء نے گھر میں خادمہ کے ہونے کو زہد کے منافی جانا یا نہیں۔ گھر میں خادمہ رکھ کے آپ کے لائق فائق امیر زاہدین کے زمرے میں رہے یا نہیں۔ ''خلافت معاویہ ویزید'' کا اصل موضوع یہ ہے کہ ریحانۂ رسول جگر گوشۂ بتول امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی باغی تھے، اور یزید اور اس کے لشکر والے حق پر تھے، لیکن اسے ثابت کرنا آسان کام نہیں تھا، جیسے قاتل ایک قتل چھپانے کے لیے دسیوں قتل کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح امروہوی صاحب کو خانوادۂ نبوت کا خون ناحق چھپانے کے لیے سیکڑوں امت مسلمہ کے مسلمات کو ذبح کرنا پڑا ہے۔ آپ نے بغض آل رسول وحب یزید میں وہ جوش وخروش دکھایا ہے، جس کی داد ابن ملجم یا ابن زیادہ ہی دے سکتے ہیں۔

آپ نے پہلے یزید کو زاہد وفاضل، مدبر سیاسی، اور غازی ثابت کیا۔ پھر اس کی خلافت کو حق بتایا، پھر امام عالی مقام کی خطا ثابت کی، پھر واقعہ شہادت کی سیکڑوں جزئیات کو غلط بتایا۔ حد یہ ہے واقعہ شہادت کو اس طرح بیان کیا، جیسے یہ کوئی اتفاقی معمولی سا واقعہ ہو جیسے چلتے چلتے پاؤں تلے چیونٹی مسل جائے، مگر یہ سب اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا تھا

جب تک کہ ائمہ سیر وتاریخ پر کیچڑ نہ اچھالا جائے، اس کے لیے آپ نے امام ابن جریر طبری کو شیعہ بتایا۔ ابو مخنف کو وضاع کذاب کہا۔ ابن خلدون تک کے تمام ائمہ سیر تک کو اندھا مقلد بتایا۔ جگہ جگہ روایت پر درایت کو ترجیح دی۔ قیاس سے تاریخی واقعات ثابت کیے وغیرہ وغیرہ۔ جب کہیں جا کر ان کے لائق زاہد امیر یزید کا دامن ان کے خیال میں خانوادۂ رسول کے خون ناحق سے صاف ہوا۔

اگر ہم ان تمام باتوں پر الگ الگ سیر حاصل بحث کریں تو اس کے لیے دفتر چاہیے۔ اس لیے ہم ان تمام جزئیات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اصولی باتوں پر گفتگو کر کے اس بحث کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

یزید خلافت کا اہل نہیں تھا:

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ یزید فاسق وفاجر تھا۔ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ خلافت نیابت رسول ہے۔ خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں مسلمانوں کا دین بھی ہوتا ہے، دنیا بھی ہوتی ہے۔ فاسق کا فسق وفجور اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ وہ اپنی ہوس پرستی میں حدود شریعت کا لحاظ نہیں کرتا۔ اس لیے کسی بھی فاسق وفاجر کو یہ منصب سونپنا امام عالیٰ مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درست نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ فاسق کو خلیفہ بنانے میں فاسق کی تعظیم ہے، اور فاسق کی تعظیم وتکریم ناجائز اور گناہ ہے۔ اس لیے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یزید کی خلافت درست نہیں تھی۔ علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قال اللاقانی فی شرح جوهرته فی شرط الامامة انها خمسة : الاسلام والبلوغ والعقل والحرية وعدم الفسق بجارحة ولا اعتقاد لان الفاسق لا يصلح لامر الدين ولا يوثق باوامره ونواهيه، والظالم يختل به امر الدين والدنيا فكيف يصلح للولاية ومن الوالی لدفع شره، الیس یعجب اسعرعاه

الغنم الذئب؟ (حدیقہ ندیہ: ۲۰۱ ملخصا)

لاقانی نے شرح جوہرہ میں فرمایا: امامت کبریٰ کی شرطیں پانچ ہیں۔ مسلمان بالغ، عاقل، آزاد، اعتقاداً یا عملاً فاسق نہ ہونا، اس لیے کہ فاسق امر دین کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور نہ اس کے اوامر و نواہی پر وثوق کیا جا سکتا ہے۔ ظالم سے دین و دنیا کا امر برباد ہو جائے گا، تو کس طرح والی بنائے جانے کے لائق ہے، اس کے شر کو دور کرنے کے لیے کون والی ہوگا۔ کیا بھیڑیے سے بھیڑ کی چرواہی تعجب انگیز نہیں؟

حضرت امام عالی مقام نے مقام بیضہ میں جو معرکۃ الآراء خطبہ دیا تھا، اسے ناظرین سنیں، اور خدا توفیق دے تو حق قبول کریں۔

ان الحسین خطب اصحابه و اصحاب الحر بالبیضة فحمد الله و اثنی علیه ثم قال ایها الناس ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال من رای سلطانا جائرا مستحلا حرم الله ناکثا لعهد الله مخالفا لسنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم یغر علیه بفعل ولا قول کان حقا علی الله ان یدخله مدخله الا ان هولاء قد لزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمن واظهروا الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفیء واحلوا حرام الله وحرموا حلال الله وانا احق من غیر .

امام عالی مقام نے مقام بیضہ میں اپنے اور حر کے ساتھیوں کو خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہو، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہو، عہد الٰہی توڑتا ہو، سنت رسول کی مخالفت کرتا ہو، اللہ کے بندوں میں ظلم و تعدی کے ساتھ حکومت کرتا ہو اور دیکھنے والے کو اس پر قولاً یا عملاً غیرت نہیں آئی تو خدا کو یہ حق ہے کہ اس بادشاہ کی جگہ (دوزخ) میں اس (مداہن) کو ڈال دے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں، ان لوگوں (یزید اور یزیدیوں) نے شیطان کی اطاعت کی، رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی، فساد مچایا، حدود الٰہی کو بے کار کر دیا۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیا۔ اللہ کے حرام کو حلال کیا، اور اللہ کے حلال کو حرام کیا۔ میں

غیرت کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔

صدقت یا سیدی جزاک اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

یہ خطبہ اگر چہ ابو مخنف سے مروی ہے، لیکن ابو مخنف وضاع کذاب غیر مستند نہیں ہیں۔ اگر امروہوی صاحب یا ان کے حوارین ابو مخنف پر کبھی جرح کی زحمت گوارا کریں گے، تو انشاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ہم بھی آگے بڑھیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام نے اس خطبہ میں جو حدیث پڑھی ہے، اس کی تائید دوسری متفق صحیح حدیثوں سے ہوتی ہے، اس لیے اس کے موضوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔
امام نے اس خطبہ میں یزیدیوں کے ایک ایک کرتوت کو مجمع عام میں بیان فرمایا مگر کسی کو ان باتوں کی تردید کی جرأت نہیں ہوئی، جس سے ثابت ہو گیا۔ حرام کو حلال کرنا، حلال کو حرام کرنا، حدود الٰہی کو معطل کرنا، مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لینا، مختصر یہ کہ شیطان کی اطاعت کرنا یزید اور یزیدیوں کا شعار ہو چکا تھا، ایسی صورت میں حدیث کو سامنے رکھیے۔ کیا اس حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے ابن شیر خدا چپکے سے یزید کے ہاتھوں میں ہاتھ دیتے؟ یہی وہ رمز ہے جسے کسی نے اپنی مشہور رباعی میں ظاہر فرمایا ہے:

شاہ ست حسین بادشاہ ست حسین
دین ست حسین دین پناہ ست حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ست حسین

ایسے جابر اور فاسق بادشاہ کی عادت کے تغیر کے دو طریقے تھے۔ ایک قول سے، ایک فعل۔ دیگر صحابہ کرام نے قول سے کیا، امام عالی مقام نے فعل سے کیا۔ فعل سے کرنا افضل تھا۔ نواسہ رسول کے شایان شان افضل پر عمل کرنا تھا وہی انہوں نے کیا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ یزید کے جو حالات امام عالی مقام کے علم میں تھے، اس کے پیش نظر نہ اس کی خلافت درست تھی، اور نہ فرمان رسول کے پیش نظر امام کو خاموش رہنا ممکن تھا، تو امام نے جو کچھ کیا برحق کیا۔ یزیدیوں نے امام کے خلاف جو کچھ کیا وہ سب ظلم وعدوان تھا۔

آیئے اب احادیث کریمہ سے امام عالی مقام کا حق پر ہونا ثابت کروں۔

حدیث اول:

مشکوٰۃ شریف میں صفحہ: ۵۷۰ پر سلمیٰ سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئی، انہیں روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا: آپ کیوں روتی ہیں؟ انہوں نے ارشاد فرمایا:

رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعنی فی المنام وعلیٰ راسہ ولحیتہ التراب فقلت مالک یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین آنفا .

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس اور ریش مبارک گرد آلود ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا بات ہے؟ ارشاد فرمایا۔ ابھی حسین کے مقتل میں تشریف فرما تھا۔

حدیث دوم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

رایت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما یری النائم ذات یوم بنصف النھار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیھا دم فقلت بابی انت وامی ما ھذا؟ قال ھذا دم الحسین واصحابہ ولم ازل التقطہ منذ الیوم فاحصی ذٰلک الوقت فاجد قتل ذٰلک الوقت ایضا . (مشکوٰۃ شریف: ص ۵۷۳)

میں نے ایک دن خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا دوپہر کے وقت زلف مبارک منتشر چہرۂ انور پر گرد ہے، دست مبارک میں ایک شیشی ہے، جس میں خون ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے، جسے میں جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں: میں نے یہ وقت خیال میں رکھا، حضرت حسین اسی وقت شہید ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقتل میں تشریف لانا، خون کے قطروں کا جمع

قطعاً اس بات کی دلیل ہے کہ امام اور اصحاب امام کا ہر ہر قطرۂ خون حمایت حق و ابطال باطل میں بہا تھا، اور اگر یزیدی حق پر ہوتے تو اس نوازش کے مستحق وہ تھے نہ کہ امام۔ اگر آپ کسی کے نواسے تھے، اس رشتہ سے تشریف لائے تو عرض ہے کہ اللہ کے نبی کی یہ شان نہیں ہو سکتی کہ وہ حق کے مقابلہ میں باطل پرست نواسہ کو نوازے، اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ اگر حق یزیدیوں کے ساتھ ہوتا، تو یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام عالی مقام کے حریفوں کے مقتل میں ہوتے، اور ان کا خون جمع فرماتے۔ رہ گئے علما کے نصوص تو آپ نے اوپر پڑھ لیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام ائمہ دین اور علمائے متین نے یزید کے ظلم وستم، فسق و فجور حتی کہ بعضوں نے کفر کی تصریح کی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ باطل پر تھا، اور امام عالی مقام حق پر تھے۔ اطمینان مزید کے لیے تمہید امام ابو شکور سالمی کی سند پیش کروں یہ کتاب عقائد کی اتنی مستند ہے کہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے درس میں پڑھا ہے۔

قال اهل السنة والجماعة ان الحسين رضی الله تعالىٰ عنه كان الحق فی يده وقد قتل ظلما .

اہل سنت و جماعت نے فرمایا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور وہ ظلما شہید ہوئے ہیں۔

پھر حضرت معاویہ اور یزید میں فرق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان معاوية كان عالما من غير فسق وكانت فيه الدهانة ولو لم يكن متدينا لكان لا يجوز الصلح معه وكان عادلا فيما بين الناس ثم بعد علی كان اماما علی الحق عادلا فی دين الله وفی عمل الناس وكان يزيد بخلاف هذا لانه روی انه شرب الخمر وامر بالملاهی والغناء ومنع الحق علیٰ اهله وفسق فی دينه .

حضرت معاویہ عالم تھے فاسق نہیں تھے، ان میں دین داری تھی اگر یہ دین دار نہ ہوتے تو ان کے ساتھ صلح جائز نہ ہوتی، عادل تھے، حضرت علی کے بعد امام برحق تھے، دین

اور معاملات ناس میں عادل تھے، برخلاف یزید کے کہ اس کے بارے میں مروی ہے، اس نے شراب پی، باجا گاجا بجوایا۔ اہل حق کو حق سے محروم رکھا، دین میں فاسق ہوگیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ یزید فسق وفجور اور ظلم وعدوان کی وجہ سے خلافت کا اہل نہیں تھا، اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس کی بیعت نہ کرنا حق تھا۔

امام کی خطا کے استدلالات اور ان کے جوابات:

☆ امروہوی صاحب نے امام کے خطا پر ہونے کے ثبوت میں وہ حدیثیں پیش کی ہیں، جن میں امیر کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم وارد ہے، ارشاد ہے۔

سنو اور مانو اگرچہ وہ حبشی غلام کیوں نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

صفحہ: ۶۱ر پر لکھتے ہیں:

اولی الامر امیر کے لیے رنگ ونسل الخ:

اس عبارت میں آپ نے اہل سنت کے اس اجماعی مسئلہ کا خلاف کیا ہے کہ خلیفہ کے لیے قریشی کا ہونا شرط ہے۔

حدیث میں ہے:

الائمة من قریش: یعنی خلفائے اسلام قریش سے ہیں۔

خلافت کے لیے قریشی ہونا شرط ہے، اس پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔ اس کے خلاف معتزلہ نے کہا ہے مگر ابن خلدون معتزلی کی اندھی تقلید نے امروہوی صاحب سے اہل سنت وجماعت کے اس اجماعی مسئلہ کا بھی خون کرادیا ہے۔ معلوم نہیں حب یزید کس کس کھائی میں گرائے گی۔

پہلا جواب:

ان احادیث میں امیر سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ والی ملک یا والی فوج ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری اور حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

هذا في الامراء والعمال لا الائمة والخلفاء فان الخلافة في القريش لا

دخل فیھا لغیرہ ۔

یہ امرا اور عمال کے بارے میں ائمہ اور خلفا کے بارے میں نہیں اس لیے کہ خلافت قریش کے لیے ہے، دوسرے کو اس میں دخل نہیں ۔

دوسرا جواب:

یہ ہے کہ خلیفہ کی اطاعت اس وقت لازم ہے جب کہ اس کی خلافت شرعاً صحیح ہو۔ اگر اس کی خلافت شرعاً درست نہ ہو تو اس کا حکم وہ نہیں جو ان احادیث میں وارد ہے۔ چنانچہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں وارد ہے۔

وان لا انازع الامر اھلہ کہ ہم خلافت کے اہل سے منازعت نہ کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ساری تاکیدیں اس کے لیے ہیں جو خلافت کا شرعاً اہل ہو اور اس کی خلافت شرعی حیثیت سے ثابت ہو، پہلے کے بیانات سے ثابت ہے کہ امام کے نزدیک یزید کی خلافت صحیح نہیں تھی، لہذا اس کی اطاعت لازم نہیں تھی۔

☆ امروہوی صاحب نے یزید کے برحق ہونے کی دلیل پیش کی ہے:

یزید کو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولی عہد کر دیا تھا جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا دیا تھا، جیسے صدیق اکبر کے استخلاف سے حضرت عمر کی خلافت درست تھی اسی طرح حضرت امیر معاویہ کے ولی عہد کرنے سے یزید کی امارت درست ہوگئی۔

جواب:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر کے بارے میں جب صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو سب نے باتفاق قبول کیا، اور اسے سراہا، صرف ایک صاحب نے یہ عذر کیا کہ "وہ بہت درشت مزاج ہیں" حضرت ابو بکر صدیق نے اس کا جواب دیا کہ "ان کی درشتی میری نرمی کی وجہ سے تھی" جب ساری ذمہ داری ان کے سر آن پڑے گی، تو وہ نرم ہو جائیں گے۔

ابن عساکر نے یسارہ بن حمزہ سے روایت کیا کہ صدیق اکبر نے اپنی علالت میں حجرو کے سے سر نکال کر لوگوں سے پوچھا کہ میرے استخلاف پر تم لوگ راضی ہو، تو لوگوں نے جواب میں کہا: اے خلیفہ رسول اللہ! ہم سب راضی ہیں۔

حضرت علی کھڑے ہوئے اور کہا: عمر کے علاوہ کوئی دوسرا ہوگا، تو ہم راضی نہ ہوں گے۔ صدیق اکبر نے جواب دیا: "وہ عمر ہی ہیں"۔ حضرت صدیق اکبر کے وصال کے بعد پھر سارے صحابہ اور تابعین نے بلانکیر منکر حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکر نے اپنے بیٹے کو ولی عہد نہیں کیا تھا، برخلاف یزید کی ولی عہدی کے کہ حضرت معاویہ نے جب دمشق میں لوگوں کو اس کے لیے جمع کیا تو لوگوں نے وہاں بھی بڑے شد و مد سے مخالفت کی، اس کا اعتراف امروہوی صاحب کو بھی ہے: صفحہ ۳۴۳ پر لکھتے ہیں: یہ اجتماع ہوا جس میں ہر خیال کی نمائندگی تھی، بعض نے مخالفانہ تقریریں بھی کیں۔

مدینہ آئے تو اعیان صحابہ مثلا حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت حسین نے رد ورد اس پر اعتراضات کیے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے صاف صاف کہا (اپنے بیٹے کو ولی عہد کرنا) قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عبداللہ بن زبیر نے یہاں تک کہہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر حضرت عمر تک جو طریقے خلیفہ کے تقرر کے تھے، اس میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرلو تو ہمیں منظور ہے، ان کے علاوہ ہمیں کوئی جدید طریقہ منظور نہیں۔ (ابن اثیر)

حضرت امیر معاویہ کے بعد جب یزید نے اپنی بیعت لینی چاہی تو بھی حضرت حسین اور ابن زبیر نے صاف انکار کردیا۔

یہی اعیان اہل حل وعقد تھے جو یزید کی امارت پر نہ امیر معاویہ کے زمانہ میں راضی ہوئے، نہ ان کی وفات کے بعد راضی ہوئے۔ اس لیے یزید کی امارت شرعا درست نہ ہوئی۔ اس موقع پر امروہوی صاحب نے یہ جھک مارا ہے کہ یزید کی ولی عہدی کا قصہ ۵۶ھ کا ہے، اور حضرت عبدالرحمٰن ۵۳ھ میں وفات پاگئے، پھر انہوں نے اس پر اعتراض کب کیا۔

صفحہ: ۳۵، پر لکھتے ہیں:

ابن جریر طبری نے بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ ۵۶ھ کا ہے۔ حالانکہ ان پانچ قریشی حضرات میں سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تو اس وقت زندہ بھی نہ تھے، اس سے تین سال قبل ۵۳ھ میں وفات پاچکے تھے۔

یہ اعتراض امروہوی صاحب کی فن تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ جیسے مدبر صحابی نے یہ تحریک پیش کی۔ (ص:۳۲)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کا وصال ۵۰ھ میں ہو گیا تھا، لہذا یہ ضروری ہے کہ ۵۰ھ سے قبل یہ مسئلہ پیش ہو چکا ہو۔ ۵۳ھ میں حضرت عبدالرحمٰن کا وصال ہوا، ولی عہدی کا مسئلہ پیش ہونے کے بعد تین سال تک وہ زندہ رہے اور اس درمیان میں ولی عہد کا مسئلہ جب پیش ہوا، انہوں نے مذکورہ بالا اعتراض کیا، پھر یہ طبری کا بیان ہے کہ یہ واقعہ ۵۶ھ کا ہے، اور طبری آپ کے نزدیک شیعہ غیر معتبر، لہذا آپ کا یہ استدلال آپ کے مسلمہ پر باطل۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر طرح خلافت کے اہل تھے، اور یزید ہر طرح نااہل۔ اس لیے حضرت عمر کا استخلاف درست اور یزید کی ولی عہدی درست نہ تھی۔ علمانے جہاں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ خلیفہ سابق کے استخلاف سے امارت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں اہل کی بھی قید لگائی ہے۔

صواعق محرقہ ص ۵ پر ہے:

الامامة تثبت اما بنص من الامام علیٰ استخلاف واحد من اهلها واما بعقدها من اهل العقد والحل لمن عقدت له من اهلها.

امامت دو طرح ثابت ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ خود امام کسی اہل کے خلیفہ بنانے کی تصریح کر دے، دوسرے اہل حل وعقد کسی اہل کو مقرر کر دیں۔

یزید میں اہلیت نہیں تھی، جس کا بیان گزر چکا، لہذا اس کو ولی عہد کرنا درست نہیں تھا۔

☆ امروہوی صاحب کی تیسری دلیل یہ کہ امت کی اکثریت نے یزید کی بیعت کرلی

تھی اور فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے۔ لہذا یزید کی خلافت حق اور امام کا بیعت نہ کرنا خطا۔

تیسرا جواب:

اولاً: یہ قانون اسلام کا نہیں، انگریزوں کا ہے، اگر آپ کسی انگریزی کی ہسٹری لکھتے اور اس قانون سے مدد لیتے تو اسے انگریز مان لیتے مگر آپ بانی اسلام کی جانشینی کے مسئلہ کو اس انگریزی قانون سے نہیں طے کر سکتے۔ اسے خالص اسلامی اصول سے طے کرنا ہوگا۔ علمائے ملت تو یہ فرماتے ہیں:

الواحد علي الحق هو السواد الاعظم.

ایک حق پرست ہی سواد اعظم ہے۔

آپ کے اس قانون کو اگر حق مان لیں اور عیسائی یہ کہہ بیٹھے، آیئے آپ کے اس قانون سے اسلام و کفر کا فیصلہ کر دیا جائے اور ووٹ لیا جائے جس کی طرف زیادہ ووٹ ہوں، وہ مذہب حق پر ہوگا، تو بولیے! آپ اس صورت میں اکثریت کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ سچ ہے: "حبک الشی یعمی ویصم" حب یزید میں آپ کو کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ آپ کو یزید کی حقانیت کا راگ الاپنے سے کام ہے۔ اگرچہ اس کی رو میں دین و ملت سب بہہ جائیں۔

ثانیاً: حالت جبر و اکراہ کے احکام اور ہیں، اور اختیار کے اور۔ اسی طرح یزید کی بیعت نہ کرنے میں جان و مال، عزت و ناموس کی بربادی کا اندیشہ قویہ تھا، یزید اس پر قادر بھی تھا، واقعہ کربلا، واقعہ حرہ، احصار مکہ معظمہ اور احراق کعبہ مقدسہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ ایسی صورت میں رخصت یہ تھی کہ یزید کی بیعت کر لی جاتی۔ عزیمت یہ تھی کہ بیعت نہ کی جائے۔ اس رخصت پر عمل کرنے میں نہ ثواب تھا، نہ عذاب۔ عزیمت پر عمل کرنے میں ثواب تھا۔ نواسۂ رسول کے لیے شایان شان عزیمت پر عمل کر کے جنت کا دولہا بننا تھا، انہوں نے عزیمت پر عمل کیا، دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام نے رخصت پر عمل کیا، اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہیں، جس طرح حالت اکراہ میں کلمۂ کفر زبان پر جاری کرنے کی رخصت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ. (نحل: آیت ۱۰۶)

اور عزیمت یہ ہے کہ جان دے دے مگر کلمۂ کفر زبان پر نہ لائے۔ عزیمت پر عمل کرنا

بہتر ہے اور رخصت پرعمل کرنے والا گنہ گار نہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ المجۃ الموتمنہ میں فرماتے ہیں۔

اب دوصورتیں تھیں یا بخوف جان اس یزید کی وہ ملعون بیعت قبول کر لی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا، اگر چہ خلاف قرآن وسنت ہو۔ یہ رخصت تھی، ثواب کچھ نہ تھا۔ قال اللہ تعالیٰ:" الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" یا جان دے دی جاتی، اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی، اور اس پر ثواب عظیم اور یہی ان کی شان رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا۔ (ص:۹۶)

☆ امروہوی صاحب کی چوتھی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امام کو خروج سے منع فرمایا۔ ان حضرات کا خروج سے منع فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خروج ناجائز تھا۔

چوتھا جواب:

واقعہ صرف اتنا ہے کہ جب حضرت امام نے مکہ سے کوفہ جانے کا عزم محکم فرمالیا تو ان حضرات نے حضرت امام کو کوفہ جانے سے اس بنا پر روکا کہ اہل کوفہ دغاباز بے وفا ہیں، ان پر اعتماد نہ کیجئے وہ عین موقع پر دغا دیں گے اور آپ کو اکیلے چھوڑ دیں گے۔

امروہوی صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے روکنے کا بڑے شد ومد سے تذکرہ کیا ہے، اس لیے اصل واقعہ کے انکشاف کے لیے ان کے الفاظ کریمہ نقل کرتا ہوں:

واللہ انی لاظنک ستقتل بین نسائک واہنائک کما قتل عثمان فلم یقبل منہ فبکیٰ ابن عباس . (تاریخ الخلفاء:۱۴۴)

باللہ! میرا گمان ہے کہ تم اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے شہید کیے جاؤ گے جیسا کہ عثمان شہید ہوئے۔ حضرت امام نے نہ مانا تو ابن عباس روئے۔

جب امام نہ مانے اور کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے تو حضرت ابن عمر فرمایا کرتے:

غلبنا حسین بالخروج ولعمری لقدرأی فی ابیہ واخیہ عبرۃ ایضا.

حسین نہ مانے چلے گئے، حالانکہ میری جان کی قسم! اپنے والد بھائی کے معاملہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حج کے موقع پر کسی عراقی نے آپ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حالت احرام میں مکھی مارنا کیسا ہے؟ تو فرمایا:

اهل العراق يسالون عن قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم هما ريحانتاى من الدنيا۔ (بخاری شریف)

اہل عراق مکھی کے مار ڈالنے کے بارے میں پوچھتے ہیں اور انہوں نے نواسۂ رسول کو شہید کیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: وہ دونوں میرے پھول ہیں۔

اگر امروہوی صاحب کی تحقیق کے بموجب حضرت امام کا کوفہ جانا خطا ہوتا اور امام برحق پر خروج ہوتا تو ان کا قتل کیا جانا حق تھا، اس پر ابن عمر عراقیوں پر تعریض نہ کرتے بلکہ انہیں داد دیتے کہ تم نے اچھا کیا۔ تم کو مولیٰ عزوجل جزا دے۔ ایک زبردست باغی کو قتل کر کے امت میں اتحاد و اتفاق قائم کر دیا جیسا کہ امروہوی صاحب تیرہ سو سال کے بعد داد دے رہے ہیں۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ یزید باطل پر تھا، امام عالی مقام کا اس کی بیعت سے انکار کرنا حق تھا، اور امام کی شہادت خون ناحق تھی۔

اب واضح ہو گیا کہ ان حضرات کا کوفہ جانے سے روکنا اس بنا پر نہیں تھا کہ یہ لوگ امام کے اس اقدام کو باطل جانتے تھے اور یزید کی بیعت کو حق بلکہ اس بنا پر تھا کہ کوفی لائق اعتبار نہیں، اس شق کو مزید تقویت ابن عباس کے اس جملے سے ہوتی ہے۔

آپ بجائے کوفہ کے یمن چلے جائیں، وہاں کے لوگ آپ کے والد کے محب خاص ہیں، ایک وسیع ملک ہے، وہاں قلعے اور گھاٹیاں ہیں، اور وہ بالکل الگ تھلگ ہے، وہاں بیٹھ کر لوگوں کو دعوتی خطوط لکھیں، ہر طرف داعی بھیجیں، اس طرح امن و عافیت کے ساتھ تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ (طبری)

اگر ابن عباس کے نزدیک یزید کے خلاف کوئی تحریک بغاوت تھی تو پھر یمن جا کر اس

بغاوت کے پھیلانے کا کیوں مشورہ دے رہے تھے، یہ کون سی منطق ہے کہ کوفہ جانا بغاوت وخروج ہوا، اور یمن جانا امن واتحاد۔ یہ ایسی منطق ہے جو اسی دماغ میں آسکتی ہے۔ جو حب یزید اور بغض اہل بیت سے ماؤف ہو چکا ہو، پھر یہی ابن عباس امام سے یہ بھی فرماتے ہیں:

ہاں! اگر عراقیوں نے شامی حاکم کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کرلیا ہو اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہو تو بخوشی جاؤ لیکن اگر عراقیوں نے تم کو ایسی حالت میں بلایا ہے کہ ان کا حاکم موجود ہے، اس کی حکومت قائم ہے اور اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو یقین مانو کہ انہوں نے تم کو محض جنگ کے لیے بلایا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ یہ سب تم کو دھوکا دے جائیں گے، تم کو جھٹلائیں گے، تمہاری مخالفت کریں گے، اور تمہیں بے یارومددگار چھوڑ دیں گے، اور جب تمہارے مقابلے کے لیے بلائے جائیں گے تو تمہارے سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے۔ (طبری جلد ہفتم)

کیا کوفہ میں حاکم ہوتے ہوئے جانا خروج وبغاوت ہے، اور حاکم کو قتل کرنے کے بعد وہاں جانا بغاوت وخروج نہیں؟ کیا امیر برحق کے مقرر کردہ حاکم کو قتل کرنا اور شہر سے نکالنا بغاوت وخروج نہیں؟

الغرض! جن حضرات نے بھی منع کیا، کوفہ جانے سے منع کیا اور اس بنا پر منع کیا کہ آپ کے پاس سروسامان نہیں، فوج نہیں، آپ رخصت پر عمل کریں، کوفیوں پر مت اعتماد کریں، وہ لائق اعتماد نہیں، بے وفا غدار ہیں۔

یہ دونوں روایتیں طبری کی ہیں، جنہیں آپ نے شیعہ کہہ کر نا قابل قبول قرار دیا ہے۔ لیکن یہ حب یزید کے خمار کی ترنگ ہے، جیسا کہ ہم پہلے امام ذہبی کے قول سے ثابت کر آئے کہ ان پر شیعہ ہونے کا الزام جھوٹا ہے، اور انہیں نا قابل اعتماد کہنا غلط۔ وہ کبار ائمہ متقدمین میں سے ہیں۔ لہذا ان کی روایت محض اس بنا پر نہیں رد کی جاسکتی ہے کہ یہ طبری نے بیان کیا ہے، لہذا قابل قبول نہیں۔ پھر جہاں اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے، طبری معتبر ہو جاتے ہیں، یزید کی ولی عہدی پر جب عبدالرحمٰن کے اعتراض کو ساقط کرنا ہوا، طبری ہی کا سہارا لیا، جس پر تنبیہ گزر چکی ہے۔

اب جب کہ دلائل قاہرہ سے ثابت ہو چکا کہ یزید کی حکومت شرعاً درست نہ تھی، ظالمانہ تسلط تھا، اس کے بالمقابل حضرت سید الشہداء حق پر تھے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت امام اور رفقائے امام کے ساتھ یزیدیوں نے جو کچھ کیا، ظلم وعدوان تھا، اور یہ لوگ شہید فی سبیل اللہ تھے۔

☆ امروہوی صاحب نے شہادت کے سلسلہ میں بہت سے مسلم الثبوت جزئیات کا محض قیاسات فاسدہ سے انکار کر دیا ہے، اس پر تفصیلی گفتگو کسی آئندہ ملاقات میں ہوگی اصولی طور پر اتنا عرض ہے کہ تاریخی واقعات کو قیاسات سے نہیں ثابت کیا جاتا بلکہ روایات سے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ واقعات ایسے رونما ہو جاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیسے کیا ہو گیا۔ تقدیر کا ہمیشہ تدبیر کے موافق ہونا ضروری نہیں۔ پھر ہر شخص کے قیاس کا صائب ہونا لازم نہیں، اگر تاریخی واقعات کو اپنے قیاسات سے ثابت کرنے کی بدعت پر عمل کریں گے تو بہت سے مسلم الثبوت واقعات کے ثبوت ہی میں دشواری ہو جائے گی۔

کیا یہ ہر عقل میں آنے کی بات ہے کہ مرکز توحید کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے جائیں؟ کیا یہ ہر عقل میں آنے کی بات ہے کہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی پھینکی ہوئی ننھی ننھی کنکریوں سے ابرہۃ الاشرم کا لشکر پامال ہو جائے؟ کیا یہ ہر شخص کے عقل میں آنے کی بات ہے کہ خاتم النبیین کا چچا ابولہب کافر مرے، مگر ان کے ثبوت میں ٹھوس روایات موجود ہیں، لہذا کسی کی عقل میں آئے یا نہ آئے ماننا پڑے گا۔ مثال کے طور پر آپ نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ "امام عالی مقام پر تین دن تک پانی بند نہیں کیا گیا" اپنا یہ قیاس پیش کیا ہے:

امام عالی مقام مکہ معظمہ سے آٹھ ذی الحجہ کو نہیں بلکہ دس ذی الحجہ کو چلے ہیں اور راستے میں تیس منزلیں ہیں۔ لہذا امام دس محرم کو کربلا میں جلوہ فرما ہوئے، اسی دن شہید ہو گئے، نہ تین دن کربلا میں قیام رہا نہ تین دن پانی بند رہا۔

امروہوی صاحب نے بجائے آٹھ کے دس ذی الحجہ کی روانگی پر یہ قیاس پیش کیا ہے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ امام حج کو چھوڑ کر کوفہ چل دیتے۔ ایسی کیا جلدی تھی۔

امروہوی صاحب نے ایسی جذباتی دلیل پیش کی ہے کہ عوام اسے فوراً قبول کر لیں

گے، لیکن اہل علم خوب جانتے ہیں کہ آپ نے یہاں کتنی ہوشیاری سے کام لیا ہے۔ حضرت امام حج بارہا ادا فرما چکے تھے، حج فرض ذمہ میں نہیں تھا، یہ حج اگر ادا فرماتے تو بھی نفل ہوتا۔ دوسری طرف کوفیوں نے یزیدی استبداد کے ازالہ کے لیے ہر ممکن مدد کا یقین دلایا تھا۔ ایسی صورت میں ازالہ منکر فرض تھا۔

منیۃ المصلی پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ نفل پر فرض کی ادائیگی کو مقدم رکھیں گے، اگر حضرت امام نے اس اہم فرض کی ادائیگی کے لیے ایک نفل ترک کر دیا تو اس میں کیا گناہ لازم آیا، پھر یہ کہ امروہوی صاحب بھی یہ کہتے ہیں:

ابن سعد لڑنا نہیں چاہتا تھا، لیکن یزید کی بیعت لینا اس کا مطمح نظر تھا۔

ایسی صورت میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ پانی بند کر دیا جائے تا کہ امام تشنگی سے جاں بلب ہو کر چھوٹے چھوٹے بچوں کو تڑپتے بلکتے دیکھ کر عزیمت چھوڑ کر رخصت پر عمل فرمالیں۔

اسی طرح آپ نے بڑی طولانی بحث کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ مکہ سے کربلا کی تیس منزلیں ہیں، اور دو منزل اور سہ منزل کسی طرح ممکن نہیں، لہذا ایک ایک دن میں ایک ایک منزل طے کرتے ہوئے تیس دن تیس منزیں طے کر کے دسویں محرم کو کربلا پہنچے۔

واقعہ یہ ہے کہ عقل پر محبت یا بغض کا پردہ پڑ جانے کا کوئی علاج نہیں۔ پہلی منزل بستان ابن عامر چوبیس میل ہے۔ دسویں ذی الحجہ کو حج کے مراسم ادا کر کے کوئی شخص کسی طرح چوبیس میل طے نہیں کر سکتا، اور امروہوی صاحب کو کیا خبر کہ دسویں ذی الحجہ کو کیا کیا مراسم ہیں۔

دسویں ذی الحجہ کو آفتاب نکلنے سے کچھ پہلے مزدلفہ سے چل کر منیٰ آنا ہے، جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنا ہے، کنکری مار کر حجامت بنوانا ہے، قربانی کرنا ہے، پھر مکہ معظمہ جا کر طواف زیارت کرنا ہے، پھر صفا و مروہ کی سعی کرنی ہے، کیا کسی بھی عقل مند آدمی کے سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ ایک دن میں مزدلفہ سے چل کر منیٰ آئے، وہاں کے مراسم ادا کر کے پھر مکہ معظمہ جائے، وہاں کے مراسم ادا کر کے اتنا وقت بچے گا کہ حسینی قافلہ چوبیس میل کی مسافت طے کر کے بستان ابن عامر پہنچ سکے، یقیناً ایسا ممکن نہیں، لہذا امروہوی صاحب کی تحقیق کی بنا پر

یہ لازم آئے گا کہ امام گیارہ کو مکہ سے چلے، اور گیارہ کو کربلا جلوہ فرما ہوئے۔ پھر دس کو شہادت کس طرح ہوئی؟

دوسرے یہ کہ گیارہ بارہ ذی الحجہ کو کنکریاں مارنا حج کے واجبات میں سے ہے۔ حج اگر چہ نفل ہو، گیارہ بارہ کی رمی واجب ہے۔ امام عالی مقام اگر حج نہ کرتے تو صرف ترک نفل لازم آتا، اور حج شروع کر کے گیارہ بارہ کی رمی چھوڑنے میں ترک واجب لازم آئے گا۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہوگی کہ ترک نفل سے بچنے کے لیے ترک واجب کے وبال میں مبتلا ہوں۔ لہذا آپ کی جغرافیائی ریسرچ کی بنا پر لازم آئے گا کہ امام تیرہویں ذی الحجہ کو مکہ سے روانہ ہوں، اور تیرہ محرم کو کربلا میں پہنچیں۔

امروہوی صاحب آپ نے دیکھا! آب بندی کی درایت کو غلط ثابت کرنے کے لیے آپ نے جو قواعد مستخرج فرمائے، وہ خود آپ کے مسلمات کو ڈھا رہے ہیں، روایت پذیری چھوڑ کر درایت پرستی اختیار کرنے سے آدمی یوں ہی دلدلوں میں پھنستا ہے۔

ناظرین کے اطمینان کے لیے امروہوی صاحب کی ایک درایت کی قلعی کھول دی گئی۔ اسی طرح دیگر درایتوں کو قیاس کر لیں۔ بشرط فرصت انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اس قسم کی تمام درایتوں پر کبھی مفصل گفتگو ہوگی۔ اس تفصیلی گفتگو کے بعد سوالات مندرجہ بالا کے جوابات یہ ہیں:

۱۔ یقیناً بلا شبہہ یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق ہے۔ حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یہی خلیفۂ برحق تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص نہ لینے اور اس میں کسی قسم کی پہلوتہی کرنے کا الزام حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لگانا قطعاً درست نہیں۔

۲۔ یزید اپنے فسق و فجور اور دیگر وجوہ شرعیہ کی بنا پر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ کے نزدیک یقیناً خلافت کا اہل نہیں تھا۔ اس کی خلافت شرعاً درست نہیں تھی۔

۳۔ اس کے بالمقابل ریحانۂ رسول حضرت امام عالی مقام حق پر تھے، اور انہیں اور ان کے رفقا کا قتل کرنا ظلم عظیم تھا، یہ حضرات مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)